حیات پرتھوی راج

جس کو

بابو تیرتھ رام صاحب فیروزپوری مصنف حیات سری کرشن

وحیات امیر دوست محمد خان و کولمبس وغیرہ نے بنایا

اور

لالہ رام دتہ مل تاجر کتب لوہاری دروازہ لاہور نے

سنہ ۱۹۱۱ء

آریہ سٹیم پریس لاہور میں چھپایا

ابتدائی بچپن کا زمانہ

وطن پرتھوی راج سمت ۱۱۱۵ میں مقام اجمیر میں جو اُن دنوں ایک مشہور زبردست سلطنت کا پایۂ تخت تھا، پیدا ہوا تھا۔ یہ امر زمانہ سلف کے لائق مصنف چند بردی کی کتاب لائف آف پرتھوی راج سے تحقیق ہو سکتا ہے ✤

والدین یہ شخص دہلی کے بارعب راجہ اننگ پال کی چھوٹی بیٹی کے بطن سے تھا بعض مورخوں کا خیال ہے کہ ایک جنگ کے موقع پر پرتھوی راج کے والد شیشو ردیو اور اننگ پال میں اس شرط سے صلح ہوئی تھی کہ آخر الذکر اپنی بیٹی شیشو ر کو بیاہ دے لیکن جہاں تک ہمارا خیال ہے یہ بات محض افواہ ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اننگ پال نے اپنی خوشی سے یہ رشتہ قائم کیا تھا اور اس میں کسی طرح پر جبر سے کام نہیں لیا گیا ✤

تعلیم بہ حیثیت ایک پیدائشی شہزادے کے پرتھوی راج فن سپہ گری وغیرہ میں یکتا اور زبان دانی میں لاثانی تھا۔ آجکل کے امیرزادوں کی طرح کسی شخص نے ٹھونس کر اسے علم نہیں سکھایا۔ بلکہ جو کچھ اس نے حاصل کیا وہ صرف دلی شوق اور طبعی خواہش کی وجہ سے تھا ✤

۲۔ عالم شباب

وراثت راجہ اننگ پال نے جس وقت انتقال کیا تو پرتھوی راج کی عمر ۲۱۔۲۲ سال کے قریب تھی یوں تو جے چند بھی مرحوم راجہ کی بڑی لڑکی کا فرزند ہونے کی وجہ سے تخت دہلی کا دم بھرتا تھا۔ لیکن بموجب وصیت کے امیروں وزیروں نے مل کر تاج پرتھوی راج کے سر پر رکھا۔ سُنا جاتا ہے کہ اس موقعہ پر اس نے ایک پُر معنی تقریر کے ذریعہ سے تمام اہلکاروں پر اپنی لیاقت اور علمیت کا اظہار کیا اور اس کے پُر جوش الفاظ نے تمام لوگوں کے دلوں کو ایسا رام کیا کہ وہ دم آخر تک پرتھوی راج کے جھنڈے تلے سے نہیں نکلے۔ اور ہتھیلی پر جان لے کر دشمنوں سے لڑتے رہے ✤

جے چند کا حسد پرتھوی راج کو اس طرح دولت میں ہاتھ رنگتے دیکھ کر بھلا جے چند سے کب ضبط ہو سکتا تھا اس نے فوراً تمام ہندوستان کے بڑے بڑے راجاؤں اور جاگیرداروں

کو خطوط روانہ کر کے اشومیدھ جگ کرنے کے لئے مدعو کیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی مشتہر کر دیا کہ اختتام جگ پر اس کی بیٹی سنجوگتا کا سوئمبر ہوگا۔ اس موقعہ پر پرتھوی راج بھی حاضر ہونا چاہتا تھا۔ لیکن مشہور افغان حملہ آور شہاب الدین غوری کی آمد کی خبر سن کر رک گیا۔ اور اس کی مدافعت کے لئے جنگی تیاریاں کرنے لگا۔

محمد غوری شہاب الدین اپنے وقت کا نامور بہادر گذرا ہے جس وقت یہ کوہ ہندو کش سے گزر کر ہندوستان کے مندروں کو توڑتا اور پھوڑتا اور دھرم شالاؤں وغیرہ کو مسمار کرتا شہر دہلی کے نواح میں پہنچا تو پرتھوی راج ایک جرار فوج لے کر اس کے مقابلے کو نکلا۔ دونوں لشکر دہلی کی فصیل کے باہر ایک دوسرے سے ملے۔ چند گھنٹے خوب گھمسان کا معرکہ ہوا۔ لیکن آخر اقبال نے پرتھوی راج کی یاری کی۔ شہاب الدین کے اکثر ہمراہی مارے گئے۔ باقیماندہ فرار ہو گئے اور شہاب الدین خود قید ہو کر پرتھوی راج کے روبرو پیش ہوا گرفتار ہو کر شہاب الدین پہلے تو دھمکا کر اور ڈرا کر آزادی حاصل کرنے کا خواہشمند ہوا۔ لیکن پرتھوی راج جیسا عالی حوصلہ شخص بھلا اس کی گیدڑ بھبکیوں کو کب خیال میں لاتا تھا۔ ناچار چاروں طرف سے مایوس ہو کر آخر شہاب الدین نے پرتھوی راج کے روبرو نہایت عجز و انکساری سے التماس کی اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر حلفاً یہ وعدہ کیا کہ جیتا کبھی وہاں تو کیا ہندوستان کی طرف رُخ نہیں کروں گا۔ شہاب الدین کو اس طرح رحم کا طالب ہوتا دیکھ کر پرتھوی راج کی بہادری نے اسے زیادہ زیر حراست رکھنا گوارا نہ کیا۔ اور اس نے جھٹ ہتکڑیاں کھول کر آزاد کر دیا۔

ذلت نصیب اور مذموم شہاب الدین جس وقت واپس غور میں پہنچا تو وہاں کے ذی اقتدار لوگوں نے اسے نہایت شرمندہ کیا۔ سب طرف سے لعنت اور پھٹکار کی بوچھاڑ دیکھ کر شہاب الدین کا تمام عیش و آرام منغص ہو گیا اور وہ ہر وقت بیقرار اور بے چین رہنے لگا۔ اس بیقراری نے بھی آخر ایک دن گل کھلایا۔ لیکن چونکہ اس سے پیشتر چند ایک اور مذکر طالب واقعات ظہور میں آئے۔ اس لئے ہم پہلے ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

جے چند کا اشومیدھ جگ جے چند کچھ تو آگے ہی حسد کی آگ میں جل رہا تھا۔ پرتھوی راج کی اس کامیابی نے اس پر تیل کا کام دے کر اس کی طبیعت کو اور بھی اشتعال آمیز کر دیا اور اس نے نہایت دھوم دھام سے یگ کو آغاز کیا اس مطلب کے لئے ایک بہت بڑا طلائی بھون

گنڈ زرکثیر صرف کر کے تیار کروایا گیا۔ اور وہ جگہ جہاں یہ جگ سرانجام دیا جاتا تھا۔ طرح طرح کے پھولوں۔ پتوں اور کیلوں کی شاخوں سے سجائی گئی۔ ایک طرف بنارس۔ الہ آباد اور ندیا کے تمام عالم اور فاضل پنڈتوں کی قطار تھی جو بآواز بلند وید منتر وغیرہ اُچارن کر (پڑھ) رہے تھے۔ دوسری طرف جے چند بذات خود اور اس کے تمام اہلکار وغیرہ درجہ بدرجہ جانشین تھے باقیماندہ دونوں اطراف میں ہندوستان کے راجاؤں۔ امیروں اور ذی عزت جاگیرداروں کا ہجوم تھا جو قسم قسم کی زرق برق پوشاک زیب تن کئے اپنا جاہ و جلال ظاہر کر رہے تھے۔

جس وقت سب سامان تیار ہو چکا تو جے چند نے اپنے وزیر کو بلا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا ہندوستان کی لمبائی اور چوڑائی میں صرف دو اشخاص ایسے ہیں جو اس موقعہ پر شریک نہیں ہوئے جن میں سے ایک تو پرتھوی راج والی دہلی اور اجمیر تھا اور دوسرا سمیر سنگھ نامی ایک جری راجپوت جو پرتھوی راج کا خاص جانثار اور مددگار تھا اور اُس کے ظل حمایت میں چتوڑ پر فرمانروائی کرتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر جے چند کی خفگی کا پارہ ۱۲۰ ڈگری پر جا چڑھا اور حالت خشم میں اس نے جھلا کر حکم دیا کہ اسی وقت ان دونوں شخصوں کی دو سنہری مورتیں تیار کروائی جائیں۔ چنانچہ فوراً تعمیل حکم کی گئی۔ اور جے چند نے کمال کوتاہ فہمی اور نادانی سے پرتھوی راج کی تصویر کو دربانوں والا لباس پہنا کر دروازے پر کھڑا کر دیا۔ اور سمیر سنگھ کے بت کو وہاں نصب کرا دیا جہاں جھوٹے برتن وغیرہ صاف کئے جایا کرتے تھے اور اس طرح پر ان دونوں کی توہین کر کے جگ کی طرف متوجہ ہوا۔

یہ بیان کرنا غیر ضروری ہے کہ چار روز تک کس دھوم دھام سے جگ ہوتا رہا۔ اور جے چند نے کس فخر سے تمام مراسم ادا کئے۔ آغاز جگ کے چوتھے دن بعد سنجوگتا یعنی جے چند کی دختر کا سوئمبر رچایا گیا۔ اس قسم کی شادی میں لڑکی کو انتخاب کی پوری پوری آزادی حاصل ہوا کرتی تھی وقت معینہ پر ہندوستان اور دوسرے ممالک کے راجے جہاں ہندو مذہب دودوں پر تھا بادل پر شوق خوب بن ٹھن کر مختلف قسم کی خواہشیں اور اُمیدیں مدنظر رکھے قسمت آزمائی کے لئے بیٹھے تھے ہر ایک کی یہی آرزو تھی کہ سنجوگتا مجھے پسند کرے اور دوسرے رقیبوں کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

سوئمبر

اتنے میں سنجوگتا بھی عروسی لباس میں سجی ہوئی اور خوشبو سے بسا کر معطر و معنبر کرتی اُمیدوار عاشقوں کے دلوں پر بجلیاں گراتی۔ مسکراتی اور رجھاتی ہاتھ میں پھولوں کا ہار

لئے محل سے نکلی جے چند منٹ کے لئے چاروں طرف غضب کا سناٹا چھا گیا سنجوگتا نے ایک نظر میں سب حاضرین کو دیکھ لیا۔ پھر ایک جست بھر کر پیشتر اس کے کہ کوئی شخص اس کے راستے سے خاطر جمع سکتا۔ اس نے جھٹ دھول مالا پرتھوی راج کی طلائی تصویر کے گلے میں ڈالدی +

آہ اگر ملک الموت واقعی کوئی چیز ہے تو اس کے یکایک ظاہر ہونے پر بھی کبھی اس قدر گھبراہٹ اور سراسیمگی نہیں پھیلی ہوگی۔ چاروں طرف سے تمام راجہ اور امیر یک دم اس طرح چلا اُٹھے گویا مکان میں کوئی اژدہا نمودار ہوگیا ہو یا شیر گھس آیا ہو۔ ادھر سنجوگتا کی یہ حرکت دیکھ جے چند کی آنکھیں خون کبوتر کی طرح سُرخ ہوگئیں۔ اور اس نے جوش میں آکر کہا +

"او بے حیا سنجوگتا! کاش اس وقت زمین شق ہو کر تجھے اس طرح نگل جائے کہ تیرے آفت زدہ باپ کو تیرا منہ دیکھنا نصیب نہ ہو"

یہ کہتے ہی جے چند تو فرط خشم سے بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اور وزیر اور اہلکاروں نے سرد پانی کے چھینٹے دینے شروع کئے۔ یہ حالت دیکھ کر بہت سے راجے افسردہ دل ہو کر وہاں سے چلدئے اور جو باقی رہے وہ آپس میں سنجوگتا کی اس بیجا حرکت پر گفتگو کرنے میں مشغول ہوگئے +

جس وقت جے چند کو ہوش آئی اور اس کی آنکھ سنجوگتا پر پڑی تو اس نے پھنکارنا شروع کیا +

"اری او قحبہ! شیطان زادی۔ کیا تجھے میرے دشمن جانی کو اپنا شوہر قبول کرتے وقت کچھ بھی غیرت نہ آئی۔ او خام پارہ۔ گیسو بریدہ۔ اس جگہ یہ تیرے دل میں کیا خیال آیا کہ تو نے تمام راجاؤں اور رئیسوں کو نظر انداز کر کے اس سگ زادے کو اپنا خاوند تسلیم کیا۔ اری نابکار تو نے غضب کیا میرے دل کو کُند چاقو سے کاٹ ڈالا۔ افسوس ہے مارآستین۔ اگر میں تجھے اس قماش کی عورت جانتا تو پیدا ہوتے ہی جہنم واصل کر دیتا۔ میں تجھے ایک دن زندہ نہ چھوڑتا"

یہ کہہ کر جے چند نے فوراً ایک سپاہی کو آواز دے کر حکم دیا کہ "اس نطفہ ناپاک کو ابھی میری آنکھوں کے سامنے سے لیجاؤ۔ اور جب تک یہ اپنے کئے پر نادم نہ ہو اسے قیدخانہ میں زیر حراست رکھو"

اس کے جواب میں سنجوگتا نے صرف یہ کہا کہ والد کیا آپ میری شادی دوبارہ کرنا چاہتے ہیں جب آپ نے ایک دفعہ مجھ کو اپنا شوہر منتخب کرنے کی اجازت دیدی۔ اور میں نے پسند کر کے اپنا خاوند تلاش کر لیا تو اس ظلم و ستم سے کیا فائدہ ہے۔ میں جس شخص کو ایک دفعہ اپنا شوہر بنا چکی ہوں۔ تا حشر اس کی طرف سے منہ نہیں پھیر سکتی +

ان الفاظ کا مضمون گو حقیقت نہایت معقول اور بامعنی تھے جے چند کے زخم دل پر نمک پاشی

کا کام دیا۔ اور اس نے نہایت زور سے سپاہی کو حکم دیا کہ بس میں اس بے شرم لڑکی کی گفتگو کو زیادہ سُننا نہیں چاہتا تم فوراً اسے جیل میں قید کر دو اور اسکی سنت سماجت کی طرف بالکل توجہ نہ کرو۔

یہ حکم سن کر سپاہی فوراً سنجوگتا کو قید خانہ میں لے گیا اور وہاں اسے معمولی قیدیوں کی طرح زیر حراست رکھنا شروع کیا ✦

پرتھوی راج کا حملہ

جے چند کے اس جبر و ستم کی خبر پرتھوی راج کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ جس وقت اسے معلوم ہؤا کہ سنجوگتا صرف اسی کے عشق میں سرشار ہونے کی وجہ سے قید کی گئی ہے۔ تو اس کے خشم و غضب کی انتہا نہ رہی۔ فوراً ۲ سلح سوار جو اپنے آقا کے پسینے پر خون بہانے کو تیار تھے لے کر آدھی رات کے وقت قنوج پر چڑھ آیا۔ اور صبح ہونے سے پہلے جیل پر دھاوا کر کے سنجوگتا کو نکال لیا۔ دشمنوں نے جان توڑ کر مقابلہ کیا لیکن بہادر اور دلیر پرتھوی راج ان سب کے دیکھتے دیکھتے اپنی جاں نثار معشوقہ کو گھوڑے پر رکھ دہلی کو لے اُڑا راستے میں چند ایک مقامات پر جے چند کے معاون اس کے مزاحم ہوئے لیکن یہ شیر سب کو ترکی بہ ترکی جواب دیتا صحیح سلامت دہلی میں جا پہنچا اور جاتے ہی وہاں سنجوگتا سے نہایت دھوم دھام کے ساتھ شادی کر لی ✦

کہنے کو تو پرتھوی راج کی شادی ہوئی۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ شادی نہیں بلکہ اس دن سے اس کی خانہ بربادی ہو گئی۔ روز عقد سے پرتھوی راج عیش و عشرت میں اس قدر محو ہو گیا کہ تمام کاروبار شاہی کو سلام کر دیا ✦

اب شب و روز جشن اور جلسے اُٹھتے تھے۔ اور پرتھوی راج ہوا ئے نفسانی کے نشے میں مخمور۔ کار شاہی کی طرف سے بے خبر اپنے شاہی باغ یا اندر محل میں پڑا رہا کرتا تھا نتیجہ یہ ہؤا کہ تمام ملک میں بدامنی اور بدنظمی پھیل گئی مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے جو پرتھوی راج کے رعب کے مارے خاموش بیٹھی ہوئی تھیں۔ دوبارہ سر اُٹھانا شروع کیا اور جابجا جنگ و جدل کے ہنگامے ظہور میں آئے ✦

شہاب الدین کا دوسرا حملہ

اس ہل چل کے زمانے میں شہاب الدین کو بھی یہ سوجھی کہ عہد و معاہدے کو بھلا کر پرتھوی راج پر حملہ کرے۔ اور اس طرح پر اس بدنامی کے داغ کو جو پہلی زک میں اسے نصیب ہؤا تھا دھوئے چنانچہ اس خیال سے شہاب الدین غوری نے کئی ہزار جانباز اصلاع افغان بھرتی کر کے بہت سامان جنگ ہمراہ لیے پھر کابل کے راستے چڑھ آیا [illegible]

ہنود کے تمام مقدس مقامات کو لوٹتا کھسوٹتا۔ تیرتھوں اور مندروں کو مسمار کرتا۔ بڑے بڑے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجاتا۔ گاؤں اور دیہات کو جلاتا اور خاک میں ملاتا شہر دہلی کے قریب آپہنچا۔ جس وقت اس حملے کی خبر پرتھوی راج کو ملی تو یہ شراب کے نشے میں غین بھرا ہوا تھا۔ اور اس کی چاہتی رانی سنجوگتا بھی اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اس لیکا یک حملہ کی خبر سُن کر پرتھوی راج تو کچھ سٹ پٹا سا ہو گیا۔ لیکن سنجوگتا نے تسلی دے کر کہا کہ

"وہ مہاراج آپ کس لیے اس طرح گھبراتے ہیں۔ حوصلہ کیجیے اور لوگوں کو تسکین دیجیے۔ کسی مصیبت کا قبل از وقت اندازہ لگا لینا محض نادانی ہوتی ہے۔ اگر پرماتما کو فتح منظور ہے تو بہر حال نہال ہوں گی اور اگر ہمارے مقدر میں شکست کھا کر پامال ہونا ہی لکھا ہے تو خیر ہم اسے بھی بخوشی برداشت کر لیں گے"

ان دلیرانہ الفاظ نے پرتھوی راج کو پھر مستقل بنا دیا۔ اور وہ شہاب الدین کی وعدہ شکنی پر لعنت و نفرین بھیجتا جھٹ فوج کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ چنانچہ دوسری مرتبہ دونوں لشکر تراوڑی کے میدان میں ایک دوسرے کے مقابلے میں آئے۔ چار روز تک اس غضب کا معرکہ ہوا کہ تمام میدان لاشوں سے بھر گیا۔ بڑے بڑے دلاوروں کا خون پانی کی طرح زمین پر بہتا نظر آیا۔ لیکن باوجود اس کے دونوں افواج طاقت میں ہم پلہ معلوم ہوتی تھیں۔ آخر چوتھے دن پرتھوی راج نے اپنی فوجوں کو خوب جوش دلا کر مست ہاتھیوں کی طرح غنیم کے لشکر پر ریل دیا۔ اب افغانی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ شہاب الدین نے اپنے بھاگتے ہوئے سپاہیوں کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن کچھ پیش نہ چل سکی۔ اور آخر اس جد و جہد میں وہ خود بھی نہایت زخمی ہوا۔ اس وقت تکلیف کی شدت کے مارے قریب تھا کہ شہاب الدین ڈگمگا کر زمین پر گر پڑے کہ استنے میں ایک پٹھان سپاہی نے یہ حالت دیکھ کر اس کو سنبھالا اور خود اس کے پیچھے سوار ہو کر اسے میدان سے باہر نکال لایا۔

شہاب الدین کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی اس کی باقیماندہ سپاہ بھی مضطرب ہو کر نکل بھاگی۔ اب گویا تمام میدان پرتھوی راج کے ہاتھ آ گیا۔ اور شہاب الدین نہایت منفعل اور غمگین ہو کر خودکشی کی ترکیب سوچنے لگا کیونکہ دو دفعہ شکست کھا کر اس سے بعض لوگوں کی

لعنت ملامت برداشت نہیں ہو سکتی تھی لیکن دوسری طرف حضرت نفاق پہلے سے خیمہ زن تھے۔ یعنی اس موقعہ پر ایسا واقعہ پیش آیا جس نے تمام معاملات کی کایا پلٹ دی اور شہاب الدین کو پھر تیسری دفعہ یا آخری مرتبہ قسمت آزمائی کرنے کی ترغیب دی +

جے چند کی

اگر ہم اس وقت ہم حسد و تعصب کا چشمہ اتار کر تمام معاملے کو سازش انصاف کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ضرور جے چند زمرۂ انسانیت سے گرا ہوا تھا جس نے صرف انتقام لے کر غصے کی آگ کو فرو کرنے میں نیک ملک کو ہمیشہ کے لئے برباد کر دیا جس نے چند روزہ لطف حاصل کرنے کی اُمید میں ایک لاور اور اولوالعزم جوان کو دشمن کے جنگل میں پھنساتے وقت ذرا بھی آیندہ خرابی کی طرف خیال نہ کیا۔ نہ جے چند شہاب الدین کا معاون بنتا نہ پرتھوی راج کو شکست نصیب ہوتی۔ اور نہ ہندوستان اس طرح آزادی کو روتا +

جس وقت شہاب الدین شکست پر شکست کھا کر نہایت غمگین اور مایوس ہو گیا تو جے چند نے اپنے دیرینہ کینے کی آگ بجھانے کے لئے ایک قاصد اس مطلب کے واسطے اس کی طرف روانہ کیا کہ اگر وہ آخری مرتبہ اپنا نصیبہ آزمانا چاہتا ہے تو میں اس کی مدد اور اعانت کو تیار ہوں ادھر شہاب الدین بھی کسی معاون کی تلاش میں تھا جے چند کی طرف سے یہ درخواست سُن کر اس کی امیدوں کا مرجھایا ہوا گلشن پھر ترو تازہ ہو گیا اور وہ اپنی ٹوٹی پھوٹی سپاہ کو جوڑ کر آمادہ پرکاش ہوا جے چند نے بھی بیشمار فوج شہاب الدین کی مدد کے لئے دہلی کو روانہ کر دی اور اس کے سپاہیوں نے دریائے جمنا کے کنارے ڈیرے ڈال دیئے +

تیسری مرتبہ پھر پرتھوی راج غفلت کی نیند سے بیدار ہوا۔ لیکن افسوس عیش و عشرت نے اسے تباہ کر دیا ہوا تھا۔ اس کو غنیم کی آمد کی خبر اس وقت ملی جب ایک طرف سے دھاوا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ تاہم یہ جس طرح ممکن ہوا اپنی سپاہ کی ترتیب میں دل و جان سے محو ہو گیا۔ ادھر سنجوگتا بھی اپنے باپ کی شرم ناک کاروائی کو دیکھ کر از بس رنجیدہ ہوئی۔ اور اس نے جان کو ہتھیلی پر رکھ کر ایک دفعہ اپنے باپ سے ملنے اور اس کو ملامت کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا +

اس خیال سے سنجوگتا کو یہاں تک مجبور کیا کہ آخر ایک دن وہ مردانہ بھیس

بدل کر مسلمان سپاہی کا لباس پہنے جے چند کے پاس جا پہنچی باپ کے سامنے جاتے ہی اس نے وہ بیرونی پوشاک جو محض تبدیل ہیئت کے لئے پہنی ہوئی تھی اُتار ڈالی اور جوش محبت میں آکر روتی ہوئی کہنے لگی۔

"والد! افسوس آپ نے تمام شفقت پدری چند دنوں میں بھلا دی۔ اور سب محبت و اُلفت کو بالائے طاق رکھ کر اس طرح ہمیں برباد کر دینے کا ارادہ کر لیا"

سنجوگتا کو اس طرح یکایک اصلی شکل میں ظاہر ہوتے دیکھ کر جے چند حیران تو ہو ہی چکا تھا۔ اس کی اس بیباکانہ گفتگو سے بالکل ہی ششدر رہ گیا لیکن جلدی ہی نہایت سنجیدہ شکل بنا کر بولا

"سنجوگتا! یہ آگ صرف تیری لگائی ہوئی ہے۔ فتنہ! نہ تو پیدا ہوتی نہ یہ جنگ کا بیڑا اُٹھاتا۔

جے چند کی اس سخت کلامی سے سنجوگتا آزردہ خاطر تو ضرور ہوئی لیکن فوراً نرمی اختیار کر کے کہنے لگی۔

"مہاراج! جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ میری اور پرتھوی راج کی یگانگت اسی طرح ہونی تھی۔ اب آپ خدا کو مان کر۔ انسانی ہمدردی کو مان کر۔ ان یتیموں اور بیواؤں کو مان کر جو طرفین کے جنگ سے ہمیشہ کے لئے حالت بیکسی میں رہ جائیں گی۔ اس خیال سے باز آئیے۔ پرتھوی راج کوئی غیر شخص نہیں ہے کہ آپ اس طرح انتقام کے درپے ہیں"

یہ فقرہ گو سنجوگتا نے نہایت پر درد لہجے میں کہا تھا۔ لیکن جے چند کے آہنی دل پر مطلق اثر نہ ہوا۔ اور اس نے نفرت آمیز طریقے سے کہا

"ہونہہ! میں کسی کی کیا پرواہ رکھتا ہوں۔ پرتھوی راج نے میرے ساتھ جو کیا ہے۔ اور وہ اس جبر کی سزا لئے بغیر نہیں چھوٹ سکتا"

یہ سن کر اب سنجوگتا سے زیادہ ضبط نہ ہو سکا۔ اور اس نے حالت خشم میں جے چند پر ایک قہر آلود نگاہ ڈال کر کہا۔

"ارے شیطان کے ورغلائے ہوئے۔ نفس امارہ کے بس میں آئے ہوئے بے رحم اور ستمگار باپ تو آج پرتھوی راج کی بہادری کو نگاہ حقارت سے دیکھتا ہے

اور دل میں سمجھتا ہے کہ میں اس کو غارت کر کے خود تمام ملک کا حق دار بن جاؤنگا لیکن یاد رکھ تیری اُمیدیں شجر بے ثمر کی طرح ہیں۔ تیرا اصل آرزو کبھی بارور نہیں ہوگا۔ اور تو اس دن کو یاد کر کے روئے گا جب اپنی بیٹی کی نصیحت کو بے حقیقت سمجھ کر نظر انداز کر دیا"

یہ کہہ کر سنجوگتا مارے غصے کے کانپتی ہوئی جے چند کے روبرو سے نکل آئی۔ اور پرتھوی راج کے پاس جا کر تمام ماجرا بے کم و کاست بیان کر دیا۔

پرتھوی راج اور سنجوگتا

سنجوگتا کی زبانی یہ حالت سُن کر پرتھوی راج آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ لیکن یہ آنسو کسی خوف یا کم حوصلگی کے باعث نہیں تھے۔ یہ صرف محبت کا جوش تھا جو پانی بن کر آنکھوں کے راستے نکل رہا تھا۔ سنجوگتا ہر چند کہ عورت تھی مگر بڑی مدبر شاہانہ تھی۔ ٹھنڈی سانس بھر کر کہنے لگی۔ مہاراج! آپ سورج ہیں اور میں آپ کی روشنی ہوں۔ آپ پھول ہیں تو میں آپ کی خوشبو ہوں۔ جس وقت سورج غروب ہونے لگتا ہے تو روشنی پہلے ہی غائب ہو جاتی ہے جس وقت پھول مرجھانے کو ہوتا ہے خوشبو پہلے اُڑ جاتی ہے۔ ہمارا جینا صرف آپ کے قدموں کے ساتھ ہے آپ بغیر ہم نے جی کر کیا لینا ہے۔ آپ زندہ ہیں تو یہ دنیا ہمارے لئے گلزار ہے۔ آپ نہ ہوں گے تو بھی دنیا دشت پُر خار بن جائے گی۔ خدا وہ دن نہ کرے کہ میں آپ کو سلامت نہ دیکھوں۔

یہ پُر حسرت الفاظ سن کر پرتھوی راج کا سینہ کانپ اُٹھا۔ اس نے آخری مرتبہ سنجوگتا کو گلے سے لگا لیا۔ اور پھر ایک الوداعی نگاہ ڈال کر اسے رخصت کیا اور خود ہتھیار بند ہو زرہ بکتر لگا شہاب الدین کے مقابلے کو روانہ ہوا۔

جس دن سے جے چند نے پرتھوی راج کی مخالفت علانیہ طور پر شروع کر دی تھی۔ اسی روز سے اور بہت سے سردار اور اُمرا بھی اس کی مدد سے منحرف ہو چکے تھے۔ اس وقت صرف ایک شخص سمیر سنگھ اور اسکے چھوٹے بھائی کانہا کھیان دونوں آدمی ایسے تھے جن پر پرتھوی راج کو کلی طور پر اعتماد تھا۔ اور واقعی اُن دونوں اشخاص نے میدان جنگ میں وہ کارنمایاں کر کے دکھائے کہ مخالف بھی عش عش کر گئے۔

۳۔ پرتھوی راج اور محمد غوری کی آخری لڑائی

عرصہ کارزار

میدان جنگ میں دونوں طرف دور دور تک مختلف قسم کے رنگ دار جھنڈوں اور پھریروں کے لہرانے سے ایک عجیب سماں بندھا ہوا تھا ایک طرف پٹھان خونخواری اور زشت کرداری کی مجسم تصویر بنے اپنے بے ڈھنگے ہتھیار ہاتھوں میں لئے مارے غصے کے دانت پیس رہے تھے۔ دوسری جانب بہادر اور خوبرو راجپوت تیر و کمان سنبھالے، مرنے مارنے پر تلے کھڑے تھے پرتھوی راج نے پہلے روز سمیر سنگھ کو سپہ سالار بنا کر میدان جنگ میں بھیجا۔ دوسری طرف سے قطب الدین غلام گھوڑے پر سوار اس کے مقابلے کے لئے نکلا۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ دونوں لشکر سمندر کی لہروں کی طرح ایک دوسرے پر آپڑے فنافی تلوار نے راجپوتی کھانڈے کا خوب مقابلہ کیا۔ ایک گھنٹہ بھر اس زور کا معرکہ ہوا کہ دوست و دشمن کی تمیز نہ رہی۔ اس حملے کے بعد مسلمان گھبرا کر بھاگ نکلے۔ لیکن یہ شکست عارضی تھی۔ شہاب الدین نے اسی وقت پیچھے کی فوج کا ایک دستہ مقابلے کے لئے روانہ کر دیا۔ اب دونوں طرف سے راجپوتی فوجیں آندھی اور بجلی ہو کر ایک دوسرے پر جا پڑیں۔ سمیر سنگھ مختلف قسم کے فقرات کہہ کر اپنی سپاہ کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔ کہ یکایک جے چند کے لشکر کے ایک راجپوت سردار نے سمیر سنگھ کو پہچان کر قریب آ ایک زہر میں بجھا ہوا برچھا اس زور سے مارا کہ بہادر سپہ سالار کے دل و جگر کو چھیدتا ہوا دوسری طرف نکل گیا اور سمیر سنگھ فوراً بے جان ہو کر زمین پر آ پڑا۔

سمیر سنگھ کی وفات

اس بہادر کی اچانک موت کا حال سن کر پرتھوی راج کی جو حالت ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ چونکہ اس وقت تاریکی شب پھیلتی جا رہی تھی۔ اور فوج بھی تھک چکی تھی۔ اس لئے رات ہونے سے لڑائی بند کر دی گئی۔ اور دونوں افواج رات گزارنے کے لئے اپنے اپنے خیموں میں آ گئیں۔

چونکہ اس ایک رات کے عرصے میں بہت سی عجیب اور حیرت خیز کارروائیاں ظہور میں آئیں۔ اس لئے ہم دوسرے روز کی جنگ کے حالات بیان کرنے سے

پیشتر مناسب خیال کرتے ہیں کہ ناظرین کو اس شب کے معاملات سے محروم نہ رکھا جاوے +

ایک عجیب سازش

اس وقت آدھی رات کا عمل تھا۔ اور دونوں لشکر دن بھر کی کارگذاری کے بعد اپنے اپنے خیموں میں بہ امن وآسایش بے خبر سو رہے تھے۔ لیکن شہاب الدین کے خیمے میں تین آدمی بیٹھے کچھ مشورہ کر رہے تھے۔ ان میں ایک تو شہاب الدین بذات خود تھا۔ دوسرا جے چند اور تیسرا پرتھوی راج کے وزیر سوبھٹ گن کا بیٹا بھگندر تھا۔ جیسا کہ ناظرین سمجھ گئے ہوں گے۔ اس وقت ان تینوں میں کچھ سازش ہو رہی تھی اور اس سازش کا چیف کارکن بھگندر تھا۔ کیونکہ جے چند اور شہاب الدین کی تو آگے ہی اٹ مٹ مل چکی تھی چونکہ اس وقت ان میں ایک دقیق بہ معنی گفتگو جاری تھی۔ اس لئے ہم اسے بجنسہ آپ کے روبرو پیش کرتے ہیں۔

شہاب الدین۔ بھگندر! بولو پھر تمہارا کیا منشاء ہے؟

بھگندر۔ اول تو میری اس سازش کی خبر پرتھوی راج کے کان تک نہ پہنچنی پاوے +

شہاب الدین مجھے منظور ہے

جے چند۔ دوسری؟

بھگندر۔ دوسری یہ کہ پرتھوی راج کی شکست کے بعد دہلی کا تاج و تخت مجھ کو دے دیا جائے

شہاب الدین اور جے چند (یک زبان ہو کر) ناممکن!

بھگندر۔ (حیران ہو کر) کیوں؟

شہاب الدین۔ میں دہلی کی سلطنت جے چند کو دینے کا اقرار کر چکا ہوں

بھگندر۔ خیر تو آپ کی مرضی۔ بندہ رخصت ہوتا ہے

جے چند (معاملہ بگڑتا دیکھ کر) اچھا ٹھیرو ٹھیرو +

بھگندر فرمائیے +

جے چند- میں تمہیں اجمیر کا راج دلوادوں گا

شہاب الدین-خیر میں بھی یہ مانتا ہوں

بھگندر نے بھی اب زیادہ پر حریص ہو کر چمٹنا پسند نہ کیا اور بھاگتے بھوت کی لنگوٹی سمجھ کر آخر یہ شرط قبول کر لی۔ اور ہر دو فریق میں یہ عہد و پیمان ہو گئے کہ اگر بھگندر میدان جنگ میں ثالث بالخیر بن کر الگ کھڑا رہے اور پرتھوی راج کی مدد و اعانت کے لئے ہاتھ نہ اُٹھا دے تو بعد فتح و نصرت کے اجمیر کا علاقہ اس کے قبضہ میں کر دیا جاوے گا۔ اور وہ آیندہ ہمیشہ عنایات شاہی حاصل کرتا رہا کرے گا +

دغاباز و جعلساز بھگندر دشمن عقل اور فتنہ پرواز بھگندر نے اس وعدے کو مہر آسی سمجھا۔ اور شیخ چلی کی طرح خیالی پلاؤ پکاتا اور ہوائی قلعے باندھتا شہاب الدین کے خیمہ سے نکل گیا۔ اور گو آخری وقت میں اسے بھی اس دھوکہ بازی کے انعام میں ذلت و رسوائی حاصل ہوئی لیکن اس وقت کیا ہو سکتا تھا۔ اُڑ گئی سونے کی چڑیا رہ گیا پر ہاتھ میں جیسے کہ ناظرین کو آگے چل کر معلوم ہو گا۔ آخر دست تاسف مل کر پچھتانا پڑا +

اور حق تو یہ ہے کہ اس سفلہ پرور نابنجار کو اپنے ہم جنسوں کی طرح قرار واقعی معاوضہ ملا۔ اکثر اصحاب کو ملک یونان کے جنگ درہ تھرمابلی کا واقعہ یاد ہو گا کہ کس طرح اس سرزمین کے ہونہاروں نے فارس کے بارعب شہنشاہ سیر اکسیز کی دس گنا زیادہ فوج کا جان توڑ کر مقابلہ کیا تھا اور اُمید کامل تھی کہ آخر میدان یونانیوں کے ہاتھ رہ جاتا کہ اسی طرح ایک سگ زادے نے دشمنوں سے مل کر درے کا ایک چور راستہ تبلا دیا نتیجہ یہ ہوا کہ سپارٹا کی آبرو پر جان دینے والے جوان دم آخر تک لڑتے رہے۔ لیکن دشمنی کا اوران کا کوہ و کاہ کا معاملہ تھا۔ آخر سب اسی جگہ کام آئے۔ اس مقام پر ایک انگریزی کتبہ ان کے آثار بہادری کی یادگار بنا کھڑا ہے +

لیکن اجنبی جو اس جگہ سیر و سیاحت کے لئے جاتا ہے وہ اس کے قریب ہی ایک اور شکستہ قبر بھی دیکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے جس پر موٹے الفاظ میں لکھا ہوا ہے +

معتوک! اے اجنبی تھوک اس نابکار کی زندگی پر جس نے ملک اور قوم

کی پرواہ نہ کرکے غیر آدمیوں کا زر کے لالچ سے پاس کیا۔ تھوک تھوک یہ بدخصلت اسی لعنت کے سزاوار ہے ٭

ناظرین آپ سمجھ گئے ہوں گے یہ نابکار اور بدخصلت کون ہے۔ وہی بیوقوف یونانی جس نے اہل فارس کو اپنے ملک میں آنے کا راستہ بتلایا ٭

ایک سخت مجادلہ

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اس یونانی کی طرح جھگندر کو جو انعام ملا وہ موقعہ پر خود بخود ظاہر ہو جائے گا۔ اس لئے قبل از وقت اس پر بحث کرنا فضول ہے۔ اگلے روز طلوع آفتاب سے پہلے دونوں طرف کی فوجیں آراستہ ہونی شروع ہوئیں سمیر سنگھ تو کام آ ہی چکا تھا اب پرتھوی راج نے فوج کے ۳ حصے کرکے ایک کو تو سمیر سنگھ کے بڑے بیٹے کنور کلیان کے زیر تحت کیا۔ دوسرا حصہ اسی دغاباز جھگندر (جس کی سازش کی تا حال کسی کو مطلق خبر نہ تھی) کے حوالے کیا۔ اور تیسرا اپنے زیر کمان رکھا تاکہ وقت پر کمک کی ضرورت پڑے تو کام آئے۔ دن کے آٹھ بجے ہنگامہ کارزار شروع ہوا۔ دونوں طرف سے مسلمان "اللہ اکبر" اور راجپوت "شیو شنبھو کیلاش پتی کا" نعرہ مار کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے مسلمان سپاہی گو طاقت اور شاہ زوری میں کسی طرح راجپوتوں سے کم نہ تھے۔ لیکن تاہم یہ ان کے تیروں کی جو بادلوں کی بوچھاڑ کی طرح کرتے تھے تاب نہ لاسکے اور مجبوراً پسپا ہو گئے۔ یہ حالت دیکھ کنور کلیان نے ان کا تعاقب کیا۔ لیکن دوسری طرف افغان سرداروں نے اپنے بھاگتے ہوئے پیادوں کو روکنا شروع کیا۔ جس طرح زخمی شیر چاروں طرف سے شکاریوں سے گھبرا کر آخر ایک جگہ رک کر جان توڑ کر مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اسی طرح افغان سپاہیوں نے گھبرا کر آخر کنور کلیان پر حملہ کیا۔ اب مقابلہ دیکھئے ایک طرف تو خونخوار اور جبری پٹھانوں کا لشکر جرار۔ اور دوسری جانب صرف کنور کلیان کی اکیلی جان۔ ایک عرصہ تک اس بہادر نے خوب دل کھول کر مقابلہ کیا۔ لیکن تابکے۔ آخر نڈھال ہو کر اس نے گھوڑے کو پیچھے پھرا لیا مسلمان سپاہ کے اب اور بھی حوصلے بڑھ گئے۔ اور انہوں نے بڑھ چڑھ کر

راجپوتوں پر حملہ شروع کیا۔ اس اثنا میں خدائی خوار نمک حرام بھگندر رگوبناوٹ کے طور پر ساتھ پاؤں ہلاتا رہا۔ لیکن اس نے آگے بڑھ کر جنگ میں حصّہ نہ لیا۔ اور لیتا بھی کس طرح شہاب الدین کا قول ابھی دل میں کھٹک رہا تھا۔ کنور کلیان کو بے تحاشا واپس گھوڑا دوڑاتے دیکھ کر پرتھوی راج نے اس کا دل بڑھانے کے لئے تحسین و آفرین شروع کی۔ اس کے جواب میں کنورجی نے کہا کہ مہاراج بھگندر بالکل پتھر بنا کھڑا ہے۔ اگر وہ میری ذرا بھی مدد کرتا تو یقین تھا کہ میں دشمنوں کے دھوئیں بکھیر دیتا۔ آپ اس کی طرف سے بالکل اُمید نہ رکھیں مجھے وہ نہایت بزدل معلوم ہوتا ہے +

پرتھوی راج اور شہاب الدین

یہ حالت دیکھ کر اب پرتھوی راج بذات خود زرہ بکتر لگا میدان کی طرف روانہ ہوا۔ اس کی صورت دیکھتے ہی شہاب الدین کا کلیجہ لرز گیا۔ ہوش و حواس سپاٹو پر جا رہے۔ مارے خوف کے دوپہر کے وقت فلک میں تارے نظر آگئے۔ لیکن پھر ایک دفعہ افغانی خون نے جوش مارا اور یہ بہت سے چیدہ سرداروں کا جتھا ہمراہ لے کر پرتھوی راج کے مقابلے کو نکلا۔ پندرہ منٹ اس جوش و خروش سے لڑائی ہوئی کہ الامان! الحفیظ!! آخر پرتھوی راج کے ساتھیوں نے گھبراہٹ کے آثار ظاہر کئے یہ دیکھ کر پرتھوی راج کے بھی ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس اضطراب کو دیکھ کر زخمی کنور کلیان سے جو پرے کھڑا یہ سین دیکھ رہا تھا۔ نہ رہا گیا وہ بیدھڑک گھوڑے کو ایڑ لگا اس جلتی آگ میں پھر وانہ کی طرح آ پڑا۔ دس منٹ تک اس راجپوت خاندان کے چراغ نے موت سے نڈر ہو کر افغانوں کا مقابلہ کیا مگر زخموں سے آگے ہی جسم نڈھال ہو رہا تھا۔ بہت جلد بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور گھوڑوں کے سموں کے نیچے آکر کچلا گیا +

کہتے ہیں کہ سمیر سنگھ اور کنور کلیان دونوں کی وفات کے بعد پرتھوی راج کا دل بھی اُچاٹ ہو گیا۔ جہانتک ہمارا خیال ہے پرتھوی راج کے آرام اور تفکرات حق بجانب تھے۔ کیونکہ ہر حالت میں فرمانروا یا سپہ سالار کو اپنے اہلکاروں یا ماتحتوں پر بھروسہ ہوتا ہے اور اگر ان کی ہی صفائی ہو گئی تو افسر کا

رنج و غم اور اضطراب بجا ہے۔ دوسرے روز پرتھوی راج نے اپنے شکستہ دل سرداروں اور سپاہیوں کو جمع کر کے مقابلہ کرنا چاہا۔ لیکن قسمت میں شکست لکھی تھی۔ گو ہر ایک عرصے تک دونوں طرف سے خوب تلواریں چلیں اور ہزاروں جوانوں کا خون میدان جنگ میں چشمۂ رواں کی طرح بہ نکلا تاہم نفاق کی آگ جو ایک عرصے سے آہستہ آہستہ دہک رہی تھی اب اپنا کام کر گئی اور شام ہوتے ہوتے پرتھوی راج معہ چند ایک سرداروں کے قید کر لیا گیا +

سنجوگتا کا ست

رفتہ رفتہ اس واقعہ کی خبر سنجوگتا کو بھی جا پہنچی شہاب الدین جلاد کے ظلم و ستم کی خبریں تو مدت سے مشہور ہو چکی تھیں پرتھوی راج کی حراست یا عدم موجودگی میں سنجوگتا نے خود عیش سے اپنے محلوں میں رہنے پر نفرین بھیجی۔ اسی وقت صندل کی لکڑیاں منگوا کر چتا چنوائی۔ عطر میں بسی ہوئی پوشاک پہنی۔ ماتھے پر تلک لگایا۔ پان کی بیڑی منہ میں رکھی۔ سفید چادر اوڑھ کر گھونگٹ نکال لیا۔ اور پھولوں کا ہار گلے میں پہن رام رام کہتی ہوئی بھڑکتی ہوئی آگ میں گر مہتابی کی طرح جل گئی۔ اس کے ست کو دیکھ کر دوسرے سرداروں کی عورتوں نے بھی اپنی کل کی لاج رکھنے کے خیال سے اسی طریق پر عمل کیا اور اپنے خاوندوں کے ویراگ میں جل کر بھسم ہو گئیں +

شہاب الدین پرتھوی راج کو زیر حراست لئے اب دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن یہاں پہنچ کر دیکھا تو شہر کا رنگ ہی بدلا ہوا تھا ہر ایک گھر سے ماتم اور آہ و زاری کی ہولناک آوازیں سنائی دے رہی تھیں پرتھوی راج کے دل پر جو خیالات گذر رہے تھے وہ محتاج بیان نہیں لیکن جے چند اور بھگندر خوب بغلیں بجا رہے تھے۔ دہلی میں داخل ہو کر بھگندر نے اپنا وعدہ یاد دلایا۔ جس کے جواب میں شہاب الدین نے حکم دیا کہ

بھگندر کو کیا انعام ملا

تجھ سا نمک حرام جو زر کے تابع ہو کر اپنے دیرینہ آقا سے منحرف ہو گیا وہ کل مجھ کو کیا نفع پہنچا سکیگا۔ کہ یہ کہہ کر اسی وقت فرمان

جاری کر دیا کہ اس نابکار نمک حرام کو جان سے مار ڈالو اور اس کی کھال میں بھُس بھروا کر شہر کے دروازے کے باہر اُلٹا لٹکوا دو۔

اس حکم کی تعمیل تو ہوئی لیکن جے چند کو اب اپنی فکر شروع ہوئی۔ یہ بیوقوف اس وقت تک اپنے آپ کو شہاب الدین کا دایاں بازو خیال کیا کرتا تھا۔ لیکن بھگندر کے حق میں یہ خوفناک حکم سُن کر اس کی بھی آنکھیں کھلیں اور اس نے شہاب الدین کو اپنے وعدے یاد دلانے چاہے۔ سانپ کے بچے کو کتنا ہی دودھ پلاؤ پھر بھی اپنی عادت سے باز نہیں آتا۔ اس نے اسی وقت جے چند کو بھی جھڑک دیا کہ آپ کو ہمارے انتظام میں رخنہ اندازی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ ساتھ ہی اس کے نظر بند کئے جانے کا حکم دے دیا مگر جے چند ایک ہی گرگ باراں دیدہ تھا۔ اس نے فوراً موقع پاکر قنوج کی راہ لی اور وہاں جا کر شہاب الدین کے خلاف لڑائی کا جھنڈا بلند کر دیا۔

ایک عجیب مکالمہ پیشتر اس کے کہ ہم جے چند اور شہاب الدین کی لڑائی کا ذکر چھیڑیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس افغان سردار کا پرتھوی راج کے حق میں کیا ہوا سلوک بیان کیا جاوے۔ دہلی کی بد امنی دور کرکے شہاب الدین نے پرتھوی راج کو بلوا کر دربار عام کیا۔ اس وقت پرتھوی راج کے چہرے پر مایوسی اور عبرت برستی تھی۔ وہ ہاتھ جو کسی دن لوہے کو چھونا خلاف شان سمجھتے تھے۔ وہ پاؤں جو کسی دن مخملی جوتوں کو پہنتے ہوئے وقت آجاتے تھے۔ اب آہنی زنجیروں اور بیڑیوں میں بندھے ہوئے تھے۔ وہ پیشانی جو کسی دن خوشی کے مارے کشادہ نظر آیا کرتی تھی۔ اس پر اب ہزار ہزار بل پڑے ہوئے تھے۔ وہ گردن جو کسی دن غرور کے بل پر اکڑی رہا کرتی تھی ایک طرف جھکی ہوئی تھی۔ اس وقت دوست دشمن اور یار اغیار نظر آتے تھے اور وہ پرتھوی راج جو کسی دن ہندوستان بھر کا مہاراج ادھراج کہلایا کرتا تھا۔ ایک ادنےٰ قیدی کی حیثیت میں اس شخص کے روبرو جو خود کسی دن اس کے زیر حراست رہ چکا تھا آزردہ اور افسردہ

خاطر کھڑا تھا۔

چاروں طرف شہاب الدین کے مسلمان اہلکار مودبانہ کھڑے تھے۔ شہاب الدین فتح و نصرت کی خوشی میں جام شراب اُڑا رہا تھا۔ پرتھوی راج کو سامنے لایا جاتا دیکھ کر اس نے بوتل اور پیالے کو ایک طرف رکھ دیا اور فخر سے گردن اُٹھا کر کہا:۔

شہاب الدین۔ آئیے آئیے مہربان بھائی۔ بڑی مدت سے آنا ہوا کہئے آپ نے بندہ کو پہچانا؟

پرتھوی راج۔ (پورے راجپوتی جوش سے) ہاں ہاں پہچانا بھلا شیطان کو کون نہیں جانتا؟

شہاب الدین (آزردہ ہو کر) اچھا یہ بل ہے۔ یہ گھمنڈ ہے۔ اب بولو وہ تمہارے ساتھ والے کہاں ہیں۔ جن پر تم کو اس قدر فخر تھا؟

پرتھوی راج۔ (جس کو جان تک پرواہ نہیں تھی) او بزدل نامرد بندھے ہوئے کو دھمکاتا ہے؟ بیشک مجھ کو اب بھی ان پر فخر ہے اور وہ وقت دور نہیں جب تو ان کو بھی دیکھے گا۔

شہاب الدین۔ بس اب ان امیدوں کو چھوڑ دو مدت سے دوزخ تمہارا راستہ دیکھ رہی ہے۔

پرتھوی راج۔ میرے جیسے بہادروں کی منتظر تو جنت رہتی ہے ہاں تمہارے جیسے فریبیوں کے لئے جہنم کا دروازہ کھلا ہے۔

شہاب الدین۔ کیا تو میرے مرنے سے خوش ہے؟

پرتھوی راج۔ ایک میں نہیں بلکہ ساری دنیا خوش ہے۔

شہاب الدین۔ (نخوت سے) خیر جس وقت موت آئے گی تو دیکھی جائے گی اب میرا حال سوچو اور اپنا حال دیکھو؟

پرتھوی راج۔ بہادری میں دو کام ملا کرتے ہیں۔ ایک شمشیر دوسرے زنجیر۔

شہاب الدین۔ ہوں۔ ابھی تمہاری وہ اکڑ نہ گئی۔

پرتھوی راج۔ الماس کو جتنا کوٹو دگنا چمکتا ہے۔ چندن کو کٹا کاٹو اس کی خوشبو بھی کہیں جاتی ہے؟

شہاب الدین۔ اپنا رتبہ دیکھ اور میرا منصب دیکھ!

پرتھوی راج۔ ایک شاخ میں دو پھول ہوتے ہیں۔ ایک کو شادی کے وقت سہرے میں لگاتے ہیں۔ اور دوسرے کو مرنے کے بعد قبر پر چڑھاتے ہیں +

شہاب الدین۔ ارے احمق اب بھی اپنی نادانی سے باز آ +

پرتھوی راج۔ افسوس تم سے بڑھ کر تو پرندوں میں محبت ہوتی ہے ایک کوا دوسرے سے مل کر روٹی کھاتا ہے۔ مگر کتا اکیلا ہی ہڈی چباتا ہے +

شہاب الدین۔ بس میں نے تیرا بہت منہ دیکھا۔ اگر اس وقت بھی تو میری اطاعت میں رہ کر شہنشاہی قبول کرے تو میرا ایک اشارہ تجھ کو اس قید سخت سے رہا کر سکتا ہے لیکن اگر اب بھی تو اس سخت کلامی سے باز نہ آیا تو یاد رکھ میرے قید خانہ میں پڑا ہی پڑا سڑ جائے گا کبھی آفتاب کی روشنی بھی دیکھنے نہ پاوے گا +

پرتھوی راج۔ ارے بدخصال سودا مثال کیا تو مجھ سے یہ توقع رکھتا ہے کہ میں ایک دفعہ مہاراج ادھیراج کہلا کر پھر تیری فرمانبرداری قبول کر لوں گا نہیں مطلق نہیں۔ جب تک میرے دم میں دم ہے بازو کے زور سے اپنے حقوق طلب کروں گا اور تیرے دل میں جو یہ گھمنڈ ہے کہ میں اس قید و حراست سے ڈر کر تیری اطاعت قبول کر لوں گا۔ اس خیال خام کو دل سے نکال دے یہ ہتھکڑیاں یا زنجیریں کسی نامرد زن مرید چوڑیاں پہننے والے کو دکھا کر دھمکانا۔ میرے لئے تو یہ تار عنکبوت سے بھی بڑھ کر کمزور ہیں +

یہ کہہ کر پرتھوی راج نے جسم کو ذرا سی حرکت دی اور جھٹ چٹ تمام زنجیریں ٹوٹ گئیں +

پرتھوی راج کی یہ شہ زوری دیکھ کر شہاب الدین از بس خائف ہو گیا اور اس نے فوراً اہلکاروں کو اس کے گرفتار کر لینے کا حکم دیا۔ ممکن ہے اگر اس

وقت کوئی ہتھیار موجود ہوتا تو پرتھوی راج بھی اپنی بہادری کے جوہر دکھا دیتا۔ لیکن یہ بیچارہ بالکل نہتا کھڑا تھا اس لئے سب حاضرین نے مل کر اس کی مشکیں کس لیں اس بے بسی کی حالت میں بھی پرتھوی راج بہت ہاتھ پاؤں ہلاتا رہا۔ لیکن شہاب الدین کی طبیعت نے پہلے احسان کی وجہ سے یہ گوارا نہ کیا کہ ایسا بہادر بے عزتی سے قتل کیا جائے۔ البتہ اس کی طرف سے بے خوف ہونے کے لئے یہ حکم دے دیا کہ اس کی آنکھوں میں تیل ڈال کر چشم دیدہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور پرتھوی راج اپنی بینائی کھو کر ایک جرار گارد کے زیر حفاظت غور کو روانہ کر دیا گیا +

اس کام سے فارغ ہو کر شہاب الدین نے اپنی توجہ پرتھوی راج کی جائے ولادت اجمیر شریف کی طرف پھیری۔ ان ایام میں اس جگہ پرتھوی راج کا بھائی کھانڈے راؤ بسر پرستی چندریت فرمانروائی کیا کرتا تھا۔ تھوڑے سے مقابلے کے بعد کھانڈے راؤ میدان جنگ میں مارا گیا۔ اور یہ شہر بھی شہاب الدین کے علاقہ میں شامل ہو گیا +

اجمیر اور چتوڑ کی تباہی

یہاں سے بڑھ کر چھوٹے چھوٹے گاؤں کو لوٹتا کھسوٹتا مندروں اور شوالوں کی جگہ مسجدیں اور خانقاہیں تعمیر کراتا شہاب الدین چتوڑ گڑھ کے نواح میں جا پہنچا۔ اس جگہ آج کل سیمر سنگھ کا چھوٹا لڑکا کرن حکمران تھا۔ یہ شخص گو ناتجربہ کار تھا تاہم بلا کا تیز و طرار تھا۔ اس کی ماں رانی کرم دیوی بھی ایک نہایت اولوالعزم اور دلیر عورت تھی۔ مختلف تواریخوں میں جنگ چتوڑ کا معرکہ دو طرح بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک جس کو مشہور و معروف ہسٹورین ٹاڈ صاحب اپنی ضخیم تصنیف "راجستان میں" بیان کرتے ہیں یہ ہے کہ اس لڑائی کے موقعہ پر صرف کرم دیوی نے بذات خود اپنی فوج لے کر شہاب الدین کے سپہ سالار قطب الدین غلام کا مقابلہ کیا اور اس کو مار کر بھگا دیا۔ دوسری روایت اس طرح پر بھی ہے کہ شہاب الدین کی آمد کی خبر سن کر راجہ کرن نے اپنا تمام مال و خزانہ کو قلعے کے اندر چور راستے کے ذریعے پہاڑوں میں داخل کرا دیا۔ اور قطب الدین کے داخل ہوتے

ہی بناوٹی طور پر اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد آدھی رات کے وقت جب کہ شہاب الدین کی سپہ بے خوف و خطر سو رہی تھی تمام لوگوں نے مل کر ان پر شبخون مارا۔ ان دونوں باتوں میں سے خواہ کوئی صحیح ہو۔ بہرحال اس موقعہ پر شہاب الدین کو بھی زک اُٹھانی پڑی۔ لیکن ساتھ ہی چتوڑ کی بربادی میں کوئی کسر نہ رہی کیونکہ آیندہ دوسرے حملے کے خوف سے کرن نے جلدی اپنے ملک کی طرف توجہ نہ کی ۔

شہاب الدین اور جے چند

اب شہاب الدین کے پہلو میں صرف جے چند کا کانٹا کھٹکتا تھا اس میں شک نہیں کہ اپنی قوم کی تباہی اپنے خاندان کی بربادی۔ خویش و اقارب کی موت کا سماں دیکھ کر اب جے چند کو بھی ہوش آیا اور اپنے پاؤں آپ کلہاڑی مار کر کف افسوس ملنے لگ گیا مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت اس وقت سب رنج و الم کو دور کر کے آئی ہوئی بلا کے مقابلے کے لئے مجبوراً لشکر آراستہ کرنا پڑا۔ اور آخر سمت ۱۲ میں طرفین میں ایک سخت اور ہندوستان کی آئندہ قسمت کا فیصلہ کر دینے والا مجادلہ شروع ہوا۔ اس موقع پر گو جے چند کی فوج نے خوب جوانمردی کی داد دی۔ لیکن "نتیجہ کار بدکار بد ہے" شہاب الدین کی فوج کا حوصلہ حال کی فتوحات کی وجہ سے بہت بڑھ چکا تھا۔ آخر میدان شہاب الدین کے ہاتھ آیا۔ اور جے چند اس معرکہ میں کام آیا۔ اس کی نعش بعد ازاں مردہ سپاہیوں کے ایک ڈھیر کے نیچے پڑی پائی گئی اور معمولی مراسم کی ادائیگی کے بعد جلا دی گئی ۔

اب جب کہ ہندوستان کی لمبائی اور چوڑائی میں کوئی شخص شہاب الدین کے خلاف سر اُٹھانے کے قابل نہ رہا تو ہر طرح پر اپنی دلجمعی کر کے قطب الدین کو دہلی میں اپنا نائب مقرر کر دیا اور خود واپس چلا گیا۔ بس اس دن سے ہندوستان میں ہندوؤں کی سلطنت کو روز بروز زوال ہوتا گیا۔ دہلی اجمیر اور قنوج وغیرہ شہر جو کسی دن لاثانی کہلایا کرتے تھے اور جن کی سر بفلک عمارات کو دیکھ کر یورپ کے سیاح دنگ رہ جایا کرتے تھے۔ اب

بالکل اُجاڑ ہوگئے - وہ ایوان و قصر جن میں شب و روز تماشے ہوا کرتے تھے اب عنکبوت اور چمگاڈروں کے مسکن بنے ہوئے تھے - اور ان میں شب و روز اوکی کم کرخت اور ہولناک آوازیں سُنائی دیا کرتی تھیں +

چندرکوی

اس حیرت ناک نظارے نے کم از کم ایک شخص کے قالب پر اثر ڈالا - پرتھوی راج کے ایام شاہی میں ایک شخص چندر کوی نامی اس کے معتمدوں کے زمرے میں داخل تھا - اپنے آقا کی حراست اور ملک و قوم کی بربادی سے متاثر ہوکر اس نے اپنے دل میں شہاب الدین کے اس ظلم و ستم کا انتقام لینے کا عہد کرلیا اور آخر اپنے ارادے کی تکمیل کی غرض سے غور کی طرف روانہ ہو چلا - راستے میں جو جو تکالیف اور مشکلات اس شخص کو پیش آئیں وہ محتاج بیان نہیں - آخر گرتا پڑتا طرح طرح کی مصیبتیں اُٹھاتا غور میں جا ہی پہنچا - یہاں داخل ہوکر اس نے اپنا مدعا پرتھوی راج پر روشن کیا - اور پھر شہاب الدین کے روبرو جاکر بناوٹی طور پر نہایت خوش کن الفاظ میں بیان کیا کہ میں پیدائش سے ہی پرتھوی راج کے زیر سایہ رہا ہوں - اور آج تک اس کا نمک کھاتا رہا ہوں - اب جب کہ وہ گرفتار ہوگیا تو ہماری کوئی بات بھی نہیں پوچھتا - آخر افلاس سے دق آکر میں اس جگہ آیا ہوں - میری منشا ہے کہ ہندو دھرم کو جو محض گپوڑوں اور افسانوں پر مبنی ہے - چھوڑ کر دین اسلام اختیار کرلوں +

اس قسم کے الفاظ سُن کر شہاب الدین جو خوشامد اور چاپلوسی پر جان دیتا تھا خمیری روٹی کی طرح پھول گیا - اور اسی وقت شاہی ملا کو بلا رسوم ادا کرکے چندر کوی کو مسلمان بنانے کا حکم دیا - مگر چندر کوی نے یہ درخواست کی کہ ہندو مذہب جو کئی پشتوں سے میرے آباؤ اجداد کے ذریعے سے چلا آرہا ہے اس کو تیاگنے کی رسمیں ادا کرنے کو کم از کم ایک مہینہ درکار ہے - اس کے بعد میں کمال خوشی سے آپ کا دین قبول کرلوں گا شہاب الدین کو کیا خبر تھی کہ اندر ہی اندر کیا کھچڑی اُبل رہی ہے اس نے چندر کوی کی درخواست کو معمولی سمجھ کر یہ مہلت منظور کرلی اور ایک شخص کے بخوشی نو

مسلم ہونے کی خوشی میں ہر طرح پر اس کی راحت و آسائش کا انتظام کر دیا +

شہاب الدین کا حشر

میعاد مذکورہ میں سے ابھی صرف دو ہفتے گذرے تھے کہ ایک دن دربار عام میں جبکہ ہر ایک شخص اپنے اپنے علم و فضل کی ڈینگ مار رہا تھا۔ چندر کوی کو کہنے لگا کہ حضور آپ کے سب مصاحب گو اپنے آپ کو ہر فن میں کامل اور یکتا خیال کرتے ہیں۔ تاہم ان میں سے پرتھوی راج کا ثانی کوئی نہ ہوگا۔ اس پر شہاب الدین نے دریافت کیا کہ پرتھوی راج میں کونسی خصوصیّت ہے جو اسے دوسروں سے اعلےٰ و افضل بناتی ہے اس کے جواب میں چندر کوی نے کہا کہ حضور اس میں تیر اندازی کی وہ خوبی ہے کہ آنکھیں بند کر کے بھی نشانے پر تیر لگا سکتا ہے۔ چندر کوی کی زبانی یہ باتیں سُن کر شہاب الدین از حد متعجب ہوُا۔ اور اپنی حیرت مٹانے کی غرض سے جھٹ پرتھوی راج کو قید خانے سے بلوا بھیجا +

پرتھوی راج پہلے سے چندر کوی کا سکھایا پڑھایا ہوُا تھا۔ اس نے آتے ہی کہا کہ اچھا نشانہ تیار کراؤ میں ابھی اپنا کمال دکھاتا ہوں شہاب الدین نے فوراً نشانہ تیار کروا دیا۔ اور خود معہ چند ایک چیدہ اہلکاروں کے ایک دریچے میں اس عجیب تماشے کو دیکھنے کے لئے جا بیٹھا۔ ایک تیر اور کمان پرتھوی راج کے حوالے کر دیئے گئے جس وقت اس نے کمان چھوڑنے کے لئے چلا چڑھایا۔ اس وقت چندر کوی نے یہ دوہرہ پڑھا ؎

چار بانس چودہ گز اُنگل ایک فٹ پرمان
تا اوپر گھڑیال ہے مت چوکے چوہان

گو شہاب الدین اور اس کے دیگر ہمراہی اس عبارت کے معنی نہ سمجھ سکے تاہم پرتھوی راج کے لئے اس کا ہر ایک لفظ ماہر کا کام دے گیا۔ اس لئے شہاب الدین سے کمان چھوڑنے کی اجازت طلب کی۔ لیکن اب جس وقت شہاب الدین کی زبان سے "ہاں اجازت ہے" کے الفاظ نکلے۔ اُسی وقت پرتھوی راج کا تیر اس کے دل و جگر میں سے ہوتا ہوا پار نکل گیا اور شہاب الدین کی لاش زمین پر آ پڑی۔

سچی بہادری کا ایک اعلیٰ سین - خاتمہ

پرتھوی راج کی یہ پیش قدمی اور جرات دیکھ کر شہاب الدین کے اہلکاروں میں ہل چل مچ گئی - اور سب کے سب بدحواس ہوکر اس کو اور چندر کوی کو گرفتار کرنے کے لئے ان کی طرف لپکے - لیکن چندر کوی نے میان سے تلوار نکال کر نہایت خوشی سے کہا کہ یہ سزا اس حق فراموش محسن کش کی ہے جو تمام دعدوں کو بھلا کر ظلم وستم پہ کمر باندھے - اور اپنی جان کے خوف سے دشمن کو اندھا بنانے تک میں دریغ نہ کرے - بہادر لوگ ہمیشہ جان ہتھیلی پر رکھتے ہیں - اور کسی وقت فرشتۂ اجل کی آمد سے خائف نہیں ہوتے - یہ کہہ کر اُس نے فوراً وہ تلوار اُٹھا کر پہلے ایک وار کرکے پرتھوی راج کو قتل کر دیا - اور پھر اپنے حلق پر پھیر کر وہیں گر پڑا ؞

تمام شد

رامدتہ مل تاجر کتب لوہاری گیٹ لاہور

سے ہر قسم کی کتابیں بکفایت ملتی ہیں